تفسیر

فرمایا علامہ زمخشری کی تفسیر کشاف کو ایک زمانے میں بہت ذوق وشوق سے پڑھا اور بہت بادل نخواستہ مکمل کیا۔ پہلی مرتبہ اس تفسیر سے شدید بیزاری تو سورۂ توبہ کا مطالعہ کرتے ہوئے پیش آئی۔ اس سورۂ مبارکہ کی جب آیت نمبر: ۴۳ کی تفسیر پڑھی تو جی اچاٹ ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ارشاد فرمایا ہے:

عفا الله عنك   اللہ تعالیٰ آپ سے درگذر فرمائے۔

اور اصل واقعہ یہ ہے کہ غزوۂ تبوک کا دور بہت کٹھن دور تھا۔ گرمیاں اپنے عروج پر تھیں اور مدینہ منورہ میں کھجوروں کے پیڑ لدے کھڑے تھے۔ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے قربانی دی اور ان تمام اموال کو چھوڑ کر جہاد فی سبیل اللہ کے لیے نکل پڑے۔ منافقین جہاد سے جی چراتے تھے۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے اور جھوٹے بہانے گھڑ کر درخواست پیش کرتے کہ انھیں مدینہ منورہ ہی میں رہنے کی اجازت دے دی جائے۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت مرحمت فرما دیتے، تو اس اجازت دینے پر اللہ تعالیٰ نے محبت بھرا عتاب فرمایا کہ اللہ تعالیٰ درگذر فرمائے (لیکن) آپ نے انھیں اجازت دی ہی کیوں۔ اللہ تعالیٰ نے عفو کو شکایت پر مقدم فرمایا۔ زیادہ سے زیادہ بھی اس بات کو بڑھایا جائے تو کیا ہے؟ یہی کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کو جو مدینہ منورہ میں رہ جانے کی اجازت دی، وہ خطاء اجتہادی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ نے کبھی بھی حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی خطائے اجتہادی پر قائم نہیں رہنے دیا کیونکہ اگر انھیں اپنی خطائے اجتہادی پر قائم رہنے دیا جاتا تو ان کے اپنے حق میں تو اگرچہ یہ خطاء، خطائے اجتہادی ہوتی لیکن امت کے لیے تو سنت بن جاتی۔ اس

لیے اس مقام پر بھی آگاہ فرمادیا اور نہایت لطیف بات یہ بھی ہوئی کہ عفو کو شکایت پر مقدم فرمایا۔

لیکن زمخشری نے یہ ظلم کیا کہ حضرت رسالت مآب ﷺ کو گنہگار قرار دیتے ہوئے یہ الفاظ لکھے:

اخطأت و بئس ما قلت		آپ نے خطا کی اور جو اجازت دینے کے الفاظ کہے تو بہت برے الفاظ کہے۔

استغفر اللہ العظیم. یہ عبارت پڑھ کر بہت دھچکا لگا کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ کو گنہگار قرار دینا، کتنا بڑا ظلم ہے۔ پھر بھی اسے پڑھنا پڑا، دل پر پتھر رکھ کر اسے پڑھا اور جب سورۂ تکویر کی آیت:۱۹ پر پہنچے تو از حد حیا دامن گیر ہوئی کہ زمخشری نے اس مقام پر حضرت جبرئیل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو، حضرت رسالت پناہ ﷺ سے افضل قرار دیا۔ طبیعت بہت مکدر ہوئی اور بقیہ تفسیر بہت عجلت میں صفحات پلٹا کر مکمل کی۔

فرمایا: زمخشری نے سورۂ تحریم کے آغاز میں حضرت رسالت پناہ ﷺ کے متعلق جو نازیبا کلمات استعمال کیے ہیں یا بے سر و پا روایات کو نقل کیا ہے، انھیں پڑھ کر اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ان کے دل میں تعظیم و تقدس نبوی ﷺ کا کیا عالم ہوگا۔

یہ تمام روایات ردی کی ٹوکری میں پھینک دیے جانے کے قابل ہیں۔ ان تمام خرافات کے باوجود اکابر مفسرین نے اس تفسیر کے قابل قدر نکات سے استفادہ کیا ہے۔ زمخشری کے بعد آنے والے تمام قابل ذکر مفسرین میں سے شاید ہی کوئی ایسا مفسر ہو جو اس تفسیر سے بے نیاز رہ سکا ہو۔ اگر زمخشری ہمارے زمانے میں ہوتے تو قابل گردن زدنی اور ان کی تفسیر نذر آتش

کردی جاتی لیکن اسلاف کا یہ طرز نہیں رہا۔ انہوں نے حضرت رسالت پناہ ﷺ کی توہین اور اس تفسیر میں انحراف سے صرف نظر کر کے، جو کام کی بات نظر آئی، اسے نقل کر دیا۔

فرمایا حَوَّۃٌ عربی زبان میں ہر اس سیاہی کو کہتے ہیں، جو سبزی مائل ہو۔ اَحْوٰی اس گھاس کو بھی کہتے ہیں جو بوسیدہ ہو کر سیاہ پڑ جائے۔ الاحویٰ کالا بھُجنگ، کالا بھٹ۔ اب اگر سورۃ الاعلیٰ کی ان دو آیات پر غور کیا جائے والذی اخرج المرعیٰ ④ فجعلہ غثآء احوی ⑤ اور وہ (اللہ) جس نے چارہ زمین سے نکالا ④ اور پھر اسے سیاہ کوڑا کر دیا ⑤ تو ایک ترجمہ تو یہی کیا گیا ہے کہ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات نے چارے کو زمین سے نکالا اور پھر وہ چارہ بوسیدہ ہو کر یا پامال ہو کر سیاہ پڑ گیا تو گویا کہ چارے کا آغاز اور انجام بتا دیا گیا۔ لیکن ذرا غور کیا جائے تو یہی لفظ اَحْوٰی اس سیاہی کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے، جو سیاہی، سرخی یا سبزی مائل ہوتی ہے۔ اور یہ چارے یا گھاس میں اس وقت پیدا ہوتی ہے جب فصل سرسبز و شاداب ہوتی ہے اور اس میں نمو کا جوش اسے سبز رنگ سے نکال کر سرخ یا سیاہ رنگ کی طرف مائل کر دیتا ہے۔ اگر یہ مان لیا جائے تو ان آیات میں ''غثآء'' (چارہ) کی جو صفت ''احویٰ'' (سیاہ) آئی ہے، یہ بمعنی سیاہ نہیں بلکہ بمعنی ''سرسبز و شاداب آئے گی اور ان دونوں آیات کا ترجمہ یوں کیا جائے گا'' اور وہ (اللہ) جس نے چارہ زمین سے نکالا اور پھر اسے سرسبز و شاداب کر دیا'' ذوقِ سلیم اس ترجمے کو ترجیح دیتا ہے کہ سبزے کو پامال کر دینا یا اسے کوڑا بنا دینے کی نسبت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف کرنے سے بہتر ہے کہ ہم اس ذات مقدس کی طرف سرسبزی و شادابی کی

نسبت کریں۔ کلامِ باری تعالیٰ کے نظم میں بھی یہ ترجمہ زیادہ سجتا ہے۔ بعض مفسرین نے ان آیات کریمہ کی تفسیر یوں بھی کی ہے والذی اخرج المرعیٰ. احویٰ فجعله غثاء (وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جس نے زمین سے چارہ اگایا، سرسبز وشاداب کیا اور پھر اسے کوڑا بنا دیا۔)

فرمایا یہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کل یوم ھو فی شان (اسے ہر دن ایک نیا کام ہے) تو اللہ تعالیٰ کو ہر روز اپنے بندوں کے گناہ معاف کرنے ہیں۔ ان کی دعاؤں کو سننا اور التجاؤں کو قبول کرنا ہے۔ اقوام کی عزت وذلت کے فیصلے کرنے ہیں۔ ہر دن نئے کام سے مراد یہ کام ہیں۔ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی میں اس آیت کی ایک اور بہت عمدہ تفسیر بیان کی ہے کہ اس ذات پاک کو ہر روز جو کام کرنے ہیں ان میں سے ایک معمول کا کام روزانہ لشکر یا فوج کی روانگی ہے۔ ایک فوج روزانہ وہ مردوں سے عورتوں میں منتقل کرتا ہے۔ تاکہ نسل انسانی بڑھے۔ دوسری فوج روزانہ خواتین سے دنیا میں بھیجتا ہے اور بچے جنم لیتے ہیں اور تیسری فوج دنیا سے قبروں میں بھیجتا ہے تاکہ ہر شخص ان اعمال کی جزاء کو دیکھے جو اس نے اس دن میں کیے ہیں۔